ڈاکٹر معین الدین عقیل

اٹھارویں صدی کا ایک علمی نابغہ: علی ابراہیم خاں

The eighteenth century proved to be a milestone in the evolution of the Urdu Language in South Asia. A prominent figure in this regard is that of Ali Ibrahim Khan, a poet, author and historian. He was bestowed with numerous titles and estate by the Mughal emperor Shah Alam. He initially joined the East India Company where he was much appreciated by Warren Hastings. First, he was appointed as the Chief Magistrate and later the governor of Benares by East India Company. He served in this position till his death. He also pursued his literary interests alongside the administrative affairs. Nine of his writings are easily accessible. "On the Trial by Ordeal among Hindus" appeared in the magazine Asiatic Researches published by Asiatic Society Bengal. It was initially written in Persian and later translated to English by Warren Hastings. It covers the various methods of "testing the truth" and calling upon God for assistance, that the Hindus believe in.

اٹھارویں صدی کا جنوبی ایشیا میں اردو زبان و ادب کی تاریخ کے لیے ایک ایسے انقلابی موڑ کی حیثیت رکھتاہے جب زبان نے ایک طویل دورانیے کے ارتقا کے بعد، جو خصوصاً دکن میں اپنی شاعری اور نثر کے لحاظ سے اپنے مستقبل کے حد درجے روشن امکانات کی نوید دے رہاتھا اور شاعری اور نثر دونوں میں ادبی اعتبار سے ایسے ایسے شاہ کار بھی پیش کیے تھے جن کے مطالعے و تجزیے کے بغیر اردو زبان وادب کے ارتقا کو سمجھنا آسان نہیں،اور دوسرے یہ صدی تھی جب ادبی رجحانات نے اپنا ایک مزاج اور اپنی صفات و خصوصیات متعین کرلی تھیں جن پر مستقبل کے ادب کو فروغ پانا تھا۔اس صورت حال میں متعدد ایسے شاعر و نثر نگار بھی سامنے آتے ہیں جو اپنے زمرۂ تخلیق و تصنیف کے اعتبار سے ہمہ صفت بھی ہیں اور ہمہ جہت بھی۔ان ہی میں ایک شاعر،[۱] تذکرہ نویس اور مؤرخ علی ابراہیم خاں (۱۱۵۳ھ/۴۱-۱۷۴۰ء-۱۲۰۸ھ/۱۷۸۳ء) بھی ہیں جنھوں پہلے پہل ایسٹ ایڈیا کمپنی کی ملازمت ۱۷۸۱ء میں اختیار کی۔وہ علی وردی خاں (متوفی ۱۸۵۶ء) کے زمانۂ اقتدار میں اپنی جائے پیدائش

شیخوپورہ، نزد عظیم آباد، سے مرشد آباد آئے تھے [۲]، جہاں وہ میر قاسم خاں عالی جاہ (متوفی ۱۷۷۷ء) کی نیابت اور مشاورت میں رہے، جو ان کا ایک قریبی دوست [۳] اور بنگال، بہار اور اڑیسہ کا نواب ناظم تھا۔ اس نے ۱۷۶۰ء میں علی ابراہیم خاں کو اپنا مشیر اور داروغہ مقرر کیا اور انھیں وقتاً فوقتاً متعدد اہم ذمہ داریاں سپرد کیں [۴]۔ ۱۷۶۳ء میں میر قاسم کے زوال کے بعد اوّلاً خانہ نشینی اختیار کی، لیکن علی دردی خاں کے ایک قریبی عزیز مرزا کاظم[۵] کے تحفظ میں مرشد آباد پہنچے، جہاں بنگال کے نائب ناظم اور نائب دیوان محمد رضا خاں (۱۷۷۱ء۔۱۷۹۱ء) اور ان کے احباب و رفقاء میں گرم جوشی سے قبول کیے گئے [۶]۔ محمد رضا خان نے اپنے اختیارات کے تحت انھیں "دیوانِ سرکار" نامزد کیا(۷)۔ کئی مواقع پر علی ابراہیم خاں نے گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز (۱۷۷۲ء۔۱۷۸۵ء) اور محمد رضا خاں کے مابین تعلقات کی استواری میں بھی معاونت کی تھی [۸]۔

۱۷۷۷ء میں رضا خان نے انھیں سبکدوش کر دیا، چنانچہ وہ کچھ عرصہ گوشہ نشین رہے، یہاں تک کہ ۱۷۸۱ء میں انھوں نے راست ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت اختیار کرلی۔ وارن ہیسٹنگز علی ابراہیم خاں کی صلاحیتوں اور لیاقتوں کا قدر شناس تھا[۹]۔ وہ ۱۷۸۰ء میں انھیں اپنے ساتھ لکھنؤ لے گیا اور نواب آصف الدولہ (۱۷۷۵ء۔۱۷۹۵ء) سے متعارف کرایا، جس نے علی ابراہیم خاں کو خلعت عطا کی اور مغل شہنشاہ شاہ عالم (۱۷۵۹ء۔۱۸۰۶ء) نے امین الدولہ، عزیز الملک، نصیر جنگ، بہادر کا خطاب اور جاگیر عطا کی [۱۰]۔ وارن ہیسٹنگز نے ایک موقع پر علی ابراہیم خاں کو اعلیٰ مناصب کی پیش کش کی تھی لیکن انھوں نے بعض وجوہات کے سبب انھیں قبول کرنے سے معذرت کرلی تھی [۱۱]، لیکن جب ہیسٹنگز نے ستمبر ۱۷۸۱ء میں بنارس کا دورہ کیا اور صوبے کی بڑھتی ہوئی آمدنی کے باعث، کہ جو چالیس لاکھ تک پہنچ گئی تھی، ضلع میں ایک مستقل مجسٹریٹ کا تقرر ناگزیر ہوگیا [۱۲]، تو اس عہدے پر علی ابراہیم خاں کا تقرر عمل میں آیا، جسے انھوں نے ۱۲/نومبر ۱۷۸۱ء کو قبول کر لیا، وہ چیف مجسٹریٹ کے عہدے پر فائز ہوئے [۱۳]۔ ۳/دسمبر ۱۷۸۱ء اور ۸/اپریل ۱۷۸۲ء کو کمپنی نے ان کی عمدہ خدمات کا اعتراف کیا[۱۴] اور ۲۴/مارچ ۱۷۸۳ء کو ان کی ذمے داریوں میں اضافہ کر کے انھیں بنارس کا گورنر بنا دیا گیا[۱۵]۔ یہاں اپنی خدمات پر وہ اپنے انتقال ۱۷۹۳ء تک فائز رہے [۱۶]۔

کمپنی کی ملازمت کے باوجود غالباً علی ابراہیم خاں نے بہت با ثروت زندگی نہیں گزاری [۱۷]۔ چناں چہ ان کے انتقال کے بعد ان کے ایک فرزند محمد علی خان نے کمپنی کے ذمے داروں کی خدمت میں ایک اوّلاً ۲۱/ نومبر ۱۸۰۱ء کو وظیفے میں اضافے کے لیے اور پھر ۲۹/ دسمبر ۱۸۰۱ء کو اپنی خستہ حالی کے حوالے سے طلب معاونت بذریعۂ ملازمت کی درخواستیں پیش کیں [۱۸]۔

کمپنی کی ملازمت کے دوران علی ابراہیم خاں کی علمی دل چسپیاں جاری رہیں۔ان کی درجِ ذیل اہم تصانیف کا ذکر بالعموم دستیاب ہے:

۱۔" (سانحہ راجہ چیت سنگھ"، راجہ چیت سنگھ والئی بنارس کی بغاوت کے واقعات ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء

۲۔" (خلاصۃ الکلام"، تذکرہ شعرائے مثنوی گو، ۱۱۹۸ھ/ ۱۷۸۴ء

۳۔" (گلزار ابراہیم"، تذکرہ شعرائے اردو، مصنف نے دیباچے میں اس کا سال اختتام ۱۱۹۸ھ/ ۱۷۸۵ء بتایا ہے، لیکن اغلب ہے کہ اس میں ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۵ء تک اضافے ہوتے رہے [۱۹]۔ اس کا سالِ آغاز معلوم نہیں، لیکن ۱۱۹۰ھ/ ۱۷۷۶ء میں، کہ میر سوز کے حال میں اسے سالِ حال بتایا ہے، یہ زیرِ تحریر تھا۔

۴۔" (وقائع جنگ مرہٹہ"، ۱۲۰۱ھ/ ۷۔۱۷۸۲ء [۲۰]۔

۵۔" (صحفِ ابراہیم" تذکرہ شعرائے فارسی، ۱۲۰۵ھ/ ۱۷۹۰ء [۲۱]۔

۶۔" (سوانح مجملی حیدر علی خان بہادر حاکم میسور"۔

۷۔" (ریاض المنشات" مجموعہ کاتیب، جس میں وارن ہیسٹنگز اور دیگر عمائدین اور احباب و اکابر کے نام خطوط شامل ہیں [۲۲]۔

۸۔" (رقعات، اسناد و دستاویزات" [۲۳]۔

۹۔" (مکاتیب و وقائع" بنام لارڈ کارنوالس (۱۷۸۲ء۔۱۷۹۳ء) [۲۴]۔

ان تصانیف کے علاوہ ان کی ایک اور تحریر ہے جو ان کی تصانیف کی کسی فہرست میں شامل نہیں ہے اور بالعموم عدم دستیاب ہے۔ یہ On the Trial by Ordeal Among Hindus کے عنوان سے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے اوّلین تحقیقی مجلے Asiatic Researches کے پہلے شمارے، جنوری ۱۷۹۸ء میں شائع ہوئی، جو سوسائٹی کے بانی و صدر سر ولیم جونز کی ادارت میں شائع ہوتا تھا [۲۵]۔

جونز سے ابراہیم کی ملاقات بنارس میں ہوئی تھی (۲۶)۔یہیں علی ابراہیم خاں نے جونز کو، جو ہندو مذہب و قوانین کے بارے میں ہندو پنڈتوں سے معلومات حاصل کر رہا تھا، اس موضوع پر ایک قدیم سنسکرت تصنیف، منودھرم شاستر، کا حوالہ دیا، جو مقدس تھی اور جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ منو پر برہما کی جانب سے نازل ہوئی ہے(۲۷)۔جونز نے اس تصنیف کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے علی ابراہیم خاں کو اس کے فارسی ترجمے کے لیے آمادہ کرنا چاہا، لیکن انھوں نے معذرت کر لی اور ان کی عدالت کے ہندوپنڈتوں نے بھی اس بنیاد پر کہ یہ ایک مقدس تصنیف ہے روایتاً اس کے ترجمے سے انکار کر دیا (۲۸)۔ علی ابراہیم خاں نے جونز کو مرزا خان ابن فخر الدین محمد کی تصنیف "تحفتہ الہند" تحفتاً پیش کی تھی۔یہ تصنیف ہندی (اردو)صرف و نحو عروض و قافیہ اور بدیع و بیان، ہندی موسیقی، قیافہ وغیرہ پر مشتمل ہے۔ابراہیم علی خان نے جو نسخہ جونز کو پیش کیا تھا وہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ہے۔بنارس سے واپسی کے بعد جونز اور علی ابراہیم کے درمیان باقاعدہ خط وکتابت ہوتی رہی۔جونز اس بات کا قائل تھا کہ ہندوستان کی تاریخ کا مطالعہ سنسکرت، عربی اور فارسی پر عبور حاصل کیے بغیر ناممکن ہے اور ان زبانوں کے مآخذ کی تشریحات کے لیے برہمن پنڈتوں اور مسلمان علماء سے معاونت ناگزیر ہے۔اس ضمن میں وہ علی ابراہیم کی معاونت اور دوستی کا معترف تھا(۲۹)۔علی ابراہیم خان کا مذکورہ نادر مضمون، فارسی زبان میں لکھا گیا تھا اورایشیاٹک سوسائٹی کے جلسے منعقدہ کلکتہ ۲۰؍جون ۱۷۸۴ء میں پیش ہوا اور زیر بحث آیا (۳۰)۔ پھر Asiatic Researches کے لیے اسے وارن ہیسٹنگز نے انگریزی میں منتقل کیا۔ہیسٹنگز نہ صرف ایشیاٹک سوسائٹی کا مربی اور ہندوستان میں مشرقی علوم کا ایک مثالی سر پرست حکمراں تھا (۳۱)بلکہ جونز اور علی ابراہیم خاں دونوں سے خلوص اور اعتراف کی نسبت بھی رکھتا تھا۔جونز کی ایما پر علی ابراہیم خاں کے مضمون کے ترجمے کے پس پشت یہی قربت کار فرما رہی ہوگی۔ مضمون کا آغاز یوں ہے:

ہندوئوں میں سچائی کے آزمائشی امتحان

از علی ابراہیم خاں

چیف مجسٹریٹ، بنارس

ترسیل از وارن ہیسٹنگز صاحب (۳۲)۔

ذیل میں اس انگریزی مضمون کا راقم کا کیا ہوا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے، تمام حواشی بھی راقم کے تحریر کردہ ہیں:

"ہندوؤں میں سچائی کے آزمائشی امتحان"

زیر تفتیش مجرموں کے دیوتائوں سے التجا کے طریقوں کی، جو 'منکشیرا'[۳۴] یا 'دھرم شاستر'،[۳۵] کی شرح کے باب سوگند میں اور ہندو قوانین کی دوسری قدیم کتابوں میں بیان کیے گئے ہیں، یہاں ذیل میں یہ بہی خواہِ بنی نوعِ انسان علی ابراہیم خان لائق پنڈتوں کی تفسیر کے مطابق مناسب صورت میں تشریح کر رہا ہے۔

لفظ 'دیوتا'[۳۶] سنسکرت میں پریکشا[۳۷] اور بھاشا میں پریکھیا[۳۸]۔ عربی میں قسم، اور فارسی میں سوگند کے ہم معنی ہے، جو ایک قسم اور خدا تعالیٰ سے حتمی صداقت کی تصدیق کے لیے دعا کرنے کی ایک صورت ہے۔ لیکن یہ عام طور پر سچائی کے آزمائشی امتحان کے مفہوم سے یا قادرِ مطلق کی فوری توجہ کے لیے التجا کی ایک قسم سے تعبیر کی جاتی ہے۔

یہ آزمائشی امتحان ۹ طریقوں سے انجام دیے جا سکتے ہیں: پہلا ترازو کے ذریعے، دوسرا آگ، تیسرا پانی، چوتھا زہر، پانچواں کوش[۳۹] یا اس پانی کے ذریعے جس میں کوئی بت دھویا گیا ہو، چھٹا چاول، ساتواں کھولتے ہوئے تیل، آٹھواں سرخ گرم لوہے، اور نواں شبیہوں کے ذریعے۔

۱۔　ترازو کے ذریعے آزمائش اس طرح کی جاتی ہے: ترازو کی ڈنڈی کو پہلے ہی سے ڈوریوں اور پلڑوں کے ساتھ تیار رکھا جاتا ہے۔ ملزم اور پنڈت دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور پھر ملزم کو مقدس پانی میں نہلانے، آگ میں نذر چڑھانے اور بھگوان کی پوجا کے بعد احتیاط سے تولا جاتا ہے اور جب اسے ترازو سے نکالا جاتا ہے تو چند پنڈت رینگتے ہوئے اس کے سامنے آتے ہیں اور شاستر کے مخصوص منتر پڑھتے ہیں، پھر کاغذ کے ایک ٹکڑے پر فردِ جرم لکھ کر ملزم کے سر پر باندھ دیتے ہیں اور چھ منٹ بعد اسے دوبارہ ترازو میں چڑھاتے ہیں۔ اگر اس کا وزن پہلے سے بڑھ جاتا ہے تو اسے مجرم قرار دے دیا جاتا ہے اور اگر کم ہوتا ہے تو بے قصور سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر برابر ہے تو اسے تیسری مرتبہ تولا جاتا ہے۔ جب اس کے وزن میں، جیسا کہ منکشیرا میں لکھا ہے، فرق محسوس ہو، یا ترازو، مضبوطی سے بندھا ہونے کے باوجود ٹوٹ جائے تو اسے ملزم کے جرم کا ثبوت سمجھا جائے گا۔

۲۔ آگ کے ذریعے آزمائش کے لیے زمین میں ایک نو ہاتھ لمبا، دو بالشت چوڑا اور ایک بالشت گہرا گڑھا کھودا جاتا ہے اور اسے پیپل کی لکڑی کے انگاروں کے ذریعے بھر دیا جاتا ہے اور ملزم کو اس میں ننگے پائوں چلنے کو کہا جاتا ہے۔اگر اس کے پیر نہ جلیں تو اسے بے قصور اور اگر جل جائیں تو قصور وار قرار دیا جاتا ہے۔

۳۔ پانی کے ذریعے آزمائش، ملزم کو ایک معقول یا اس کی ناف کی گہرائی کے بہتے یا ٹھہرے ہوئے پانی میں کھڑا کر کے کی جاتی ہے۔یہ احتیاط کر لی جاتی ہے کہ اس پانی میں کوئی مضر جانور موجود نہ ہو اور اس میں اونچی لہریں بھی نہ اٹھتی ہوں۔پھر ایک برہمن کو ہاتھ میں ڈنڈا لے کر پانی میں جانے کی ہدایت کی جاتی ہے اور ایک سپاہی بیت کی ایک کمان سے خشک زمین پر تین تیر چلاتا ہے اور ایک شخص کو سب سے زیادہ دور جانے والے تیر کو لانے کے لیے بھیجا جاتا ہے۔جب وہ اسے واپس لے آتا ہے تو دوسرے شخص کو پانی کے کنارے دوڑنے کے لیے کہا جاتا ہے۔اسی لمحے ملزم کو ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ پانی میں غوطہ لگا کر برہمن کے پیر یا ڈنڈے کو پکڑ لے اور اس وقت تک غوطہ لگائے رکھے جب تک کہ وہ دو اشخاص، جو تیر لانے کے لیے بھیجے گئے تھے، واپس نہ آجائیں۔اگر ان افراد کے واپس آنے سے پہلے ملزم پانی کی سطح سے اپنا سر یا جسم باہر نکال لے تو اس کے جرم کو ثابت سمجھا جاتا ہے۔بنارس کے قریب ایک گائوں میں، ایک ایسے فرد کے لیے، جسے ایسی آزمائش سے گزارا جاتا ہے، یہ عمل جاری ہے کہ اس سے اس کی ناف کے برابر ایک برہمن کے پیر کو پکڑ کر اتنی دیر تک کے لیے غوطہ لگوایا جاتا ہے کہ ایک آدمی پچاس قدم آہستہ چل سکے۔اگر اس آدمی کے پچاس قدم مکمل کرنے سے قبل ملزم پانی سے باہر نکل آئے تو اسے مجرم قرار دے دیا جاتا ہے، ورنہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔

۴۔ زہر کے ذریعے آزمائش کی دو قسمیں ہیں۔پہلی، پنڈتوں کے نذر چڑھانے اور ملزم کے پاک صاف ہونے کے بعد ایک زہریلی بوٹی وشناگ [۴۰] ڈھائی رتی یا جو کے سات دانوں کے مساوی مقدار میں، یا سنکھیا، چھے ماشے یا ۶۴ رتی، مکھن میں ملائی جاتی ہے، جسے ملزم کو ایک پنڈت کے ہاتھ سے کھانا پڑتا ہے۔اگر زہر کا کوئی نمایاں اثر نہ ہو تو اسے رہا کر دیا جاتا ہے، ورنہ مجرم سمجھا جاتا ہے۔دوسری، پھن والے سانپ کو، جسے ناگ کہا جاتا ہے، مٹی کے ایک گہرے برتن میں پھینکا جاتا ہے اور اس میں

ایک چھلا، باٹ یا سکّہ ڈال دیا جاتا ہے۔ملزم کو اسے ہاتھ سے نکالنے کے لیے کہا جاتا ہے۔اگر سانپ اسے کاٹتا ہے تو اسے مجرم، ورنہ بے قصور قرار دیا جاتا ہے۔

۵۔ پینے کے پانی کے ذریعے آزمائش اس طرح کی جاتی ہے کہ ملزم کو اس پانی کے تین گھونٹ پینے کے لیے کہا جاتا ہے، جس میں دیوی دیوتائوں کے بت دھوئے گئے ہوں۔اگر پندرہ دنوں کے اندر وہ بیمار پڑ جائے یا بیماری کی علامتیں ظاہر ہوں تو جرم ثابت سمجھا جائے گا۔

۶۔ جب متعدد افراد پر چوری کا شبہ ہو تو کچھ خشک چاول، ایک مقدس پتھر سالگرام کے ہم وزن لے کر اور مخصوص اشلوک پڑھ کر ان پر پھونکا جاتا ہے۔پھر مشکوک افراد کو ان کی کچھ مقدار چبانے کا حکم دیا جاتا ہے۔جیسے ہی وہ اسے چباتے ہیں، ان میں انھیں بھوج پتر، نیپال یا کشمیر کے درخت کی چھال، یا اگر یہ نہ ملے تو پیپل کے پتوں پر تھوکنے کے لیے کہا جاتا ہے۔جس شخص کے منھ سے چاول خشک یا خون آلود نکلیں اسے مجرم اور باقی کو بے قصور قرار دیا جاتا ہے۔

۷۔ گرم تیل کے ذریعے آزمائش بہت سادہ ہے۔جب یہ کافی گرم ہو جاتا ہے تو ملزم اس میں ہاتھ ڈال دیتا ہے اور اگر وہ نہیں جلتا تو وہ معصوم ہوتا ہے۔

۸۔ اسی طرح سے ایک سلاخ یا نیزے کی انی کو گرم سرخ کر لیتے ہیں اور اسے ملزم کے ہاتھ پر رکھتے ہیں، جس کو اگر یہ نہیں جلا پاتی تو بے گناہ سمجھا جاتا ہے۔

۹۔ دھرمارچ [۴۱] جو اس طرح کی آزمائش کی مناسبت رکھنے والے شلوک کا نام ہے۔ایک تو دھرما، یا صاحب انصاف نامی بت، جو چاندی کا بنا ہوتا ہے، اور دوسرا، مٹی یا لوہے کا، جسے ادھرما کہتے ہیں۔ان دونوں کو مٹی کے ایک بڑے مرتبان میں رکھتے ہیں۔ملزم اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر اگر چاندی کا بت نکالتا ہے تو وہ بے قصور سمجھا جاتا ہے اور اگر دوسرا نکالتا ہے تو مجرم قرار دیا جاتا ہے۔دوسرے، ایک دیوی کی تصویر ایک سفید کپڑے اور ایک سیاہ کپڑے پر بنائی جاتی ہے۔پہلے کو دھرما اور دوسرے کو ادھرما کا نام دیتے ہیں۔ان کپڑوں کو وہ گائے کے سینگ پر مضبوطی سے لپیٹتے ہیں اور ملزم کو دکھائے بغیر ایک لمبے مرتبان میں ڈالتے ہیں۔ملزم اپنا ہاتھ مرتبان میں ڈال کر سفید یا سیاہ کپڑے کو نکالتا ہے تو اسے اسی مناسبت سے چھوڑ دیا جاتا ہے یا مجرم قرار دیا جاتا ہے۔

'دھرم شاستر' کی شرح میں یہ تحریر[۴۲] ہے کہ چاروں بنیادی ذاتوں میں اس قسم کی آزمائشیں ہر ایک کی اپنی اپنی مناسبت سے موجود ہیں، کہ برہمن کو ترازو کے ذریعے، کشتری کو آگ کے ذریعے، ویش کو پانی کے ذریعے اور شودر کو زہر کے ذریعے جانچیں۔ لیکن کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایک برہمن کو زہر کے سوا، تمام طریقوں سے اور کسی بھی ذات کے شخص کو ترازو کے ذریعے آزمایا جاسکتا ہے۔ یہ لحاظ رکھا جاتا ہے کہ ایک عورت کو پانی اور زہر کے علاوہ ہر طریقے سے آزمایا جائے۔ منکشیرا میں آزمائشی امتحان کی مختلف اقسام کے لیے مہینے اور دن مخصوص ہیں۔ جیسے آگ سے آزمائش کے لیے: اگھن، پوس ماگھ، پھاگن، ساون اور بھادوں۔ پانی سے آزمائش کے لیے: اسویں (چیت)، کارتک، جیٹھ ،اساڑھ۔ زہر کے لیے: پوس، ماگھ اور پھاگن۔ عملاً لوند کے مہینوں میں اشٹمی اور منگل کو پانی کے ذریعے کوئی آزمائش نہیں کی جاتی، لیکن اگر منصف چاہے کہ ان میں سے کسی بھی دن آزمائش کی جائے تو پھر دن اور مہینوں کی کوئی چھوٹ نہیں دی جاتی۔

منکشیرا میں یہ امتیازات بھی موجود ہیں: ایک سو اشرفیوں تک کی چوری یا دھوکہ دہی کی صورت میں زہر کے ذریعے آزمائش مناسب ہوتی ہے۔ اگر اسّی اشرفیوں کے برابر ہو تو ملزم آگ سے آزمایا جا سکتا ہے اور اگر صرف دو کے برابر ہو تو چاول کے ذریعے۔ ایک فاضل قانون دان کیتاین[۴۳] کا یہ خیال تھا کہ اگر ایک چور یا دھوکے باز گواہی کی بنیاد پر بھی اگر ملزم ثابت ہوجائے تو بھی مذکورہ طریقوں سے آزمایا جا سکتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اگر ایک ہزار پنا[۴۴] چوری ہو جائیں یا دھوکے یا فریب سے چھین لیے جائیں تو اس کے لیے آزمائش زہر سے ہونی چاہیے۔ اگر رقم سات سو پچاس ہو تو آگ سے اور اگر چھ سو چھیاسٹھ یا اس سے کچھ کم ہو تو پانی سے، پانچ سو ہو تو ترازو سے، چار سو ہو تو گرم تیل سے، تین سو ہو تو چاول سے، ڈیڑھ سو ہو تو پینے کے پانی سے اور اگر ایک سو ہو تو چاندی یا لوہے کی مورتیوں سے۔ گرم سرخ سلاخوں یا نیزے کی انی سے کی جانے والی آزمائشوں کا ذکر 'یگیا ویلکیا' [۴۵] کی شرح میں کیا گیا۔

علی الصباح وہ جگہ، جہاں رسم کو ادا ہونا ہے، صاف کی جاتی ہے اور دھوئی جاتی ہے، اور طلوع آفتاب کے وقت، پنڈت گنیش کی پوجا کر کے گائے کے گوبر سے نو دائرے، ۱۶ انگلیوں کے برابر فاصلوں سے بناتے ہیں۔ ہر دائرہ ۱۶ انگلیوں کے برابر قطر کا بنایا جاتا ہے، لیکن نواں دائرہ دوسرے

دائروں سے یا تو چھوٹا بنایا جاتا ہے یا بڑا۔ پھر وہ شاستر میں بتائے گئے طریقوں کے مطابق دیوتائوں کی پوجا کرتے اور آگ میں نذرانہ ڈالتے ہیں۔ اس کے بعد دوبارہ دیوتائوں کی پوجا کرتے ہیں اور مخصوص منتر پڑھتے ہیں اور پھر جس شخص کا امتحان لینا ہوتا ہے اسے نہلایا جاتا ہے اور گیلے کپڑے پہنائے جاتے ہیں اور مشرق کے رخ پر اسے پہلے دائرے میں اس طرح کھڑا کیا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھ اس کی کمر بند میں بندھے ہوں۔ اس کے بعد منصف اور پنڈت اسے کچھ چاول (بمعہ دھان) اپنے دونوں ہاتھوں سے ملنے کے لیے کہتے ہیں اور وہ بغور ان کا معائنہ کرتے ہیں اور اگر کسی ایک ہاتھ پر کسی پرانے زخم یا تل کا نشان ظاہر ہوتا ہے تو وہ کسی رنگ سے اس پر نشان لگاتے ہیں تاکہ آزمائش کے بعد وہ کسی نئے نشان سے ممیز ہوسکے۔ اس کے بعد وہ اسے اپنے دونوں ہاتھوں کو قریب قریب اور کھول کر رکھنے کے لیے کہتے ہیں اور ان میں پیپل، کیکر اور دربھا گھاس کے سات سات پتے، دہی میں ملی ہوئی کچھ جو، کچھ پھول اس کے ہاتھ پر سات سوئی دھاگوں سے باندھتے ہیں۔ پھر پنڈت موقع کی مناسبت سے کچھ شلوک پڑھتے ہیں اور کھجور کے پتے پر جرم اور معاملے کی نوعیت اور ویدوں کے متعلقہ منتر تحریر کر کے اس پتے کو ملزم کے سر پر باندھ دیتے ہیں۔ جب یہ سب کچھ ہو جاتا ہے تو وہ ڈھائی سیر وزن کی ایک سلاخ یا نیزے کی انی کو گرم کرتے ہیں اور اسے پانی میں پھینکتے ہیں۔ وہ اسے دوبارہ گرم کرتے ہیں اور اسی طرح اسے پھر ٹھنڈا کرتے ہیں، پھر اسے تیسری مرتبہ گرم ہونے کے لیے آگ میں اس وقت تک رکھتے ہیں، جب تک وہ سرخ نہ ہوجائے۔ پھر وہ ملزم کو پہلے دائرے میں کھڑا کرتے ہیں اور سلاخ کو آگ سے نکال کر اور معمول کے مطابق منتر پڑھ کر چمٹے کی مدد سے ملزم کے ہاتھوں میں رکھتے ہیں۔ ملزم کو اسی حالت میں ایک دائرے سے دوسرے دائرے میں اس طرح چلنا ہوتا ہے کہ اس کے قدم کسی ایک دائرے میں رہیں۔ جب وہ آٹھویں دائرے میں پہنچتا ہے تو اسے سلاخ کو نویں دائرے میں پھینکنا پڑتا ہے، جس سے کچھ گھاس جو اسی مقصد کے لیے اس میں رکھی جاتی ہے، جل جاتی ہے۔ اس عمل کے بعد، منصف اور پنڈت اسے کچھ چاول دونوں ہاتھوں سے رگڑنے کی ہدایت کرتے ہیں، جن کا وہ بعد میں معائنہ کرتے ہیں اور پھر اگر ایک ہاتھ پر بھی جلنے کا نشان پڑجاتا ہے تو وہ مجرم ثابت ہو جاتا ہے، ورنہ اس کی بے گناہی واضح ہو جاتی ہے۔ اگر اس کا ہاتھ خوف سے تھر تھراتا ہے اور اس کی تھر تھراہٹ سے اگر اس کے جسم کا کوئی اور حصہ جل جاتا ہے تو اس کی سچائی الزام سے بری ہوجاتی

ہے۔ لیکن اگر آٹھویں دائرے تک پہنچنے سے قبل ہی وہ سلاخ گرادے اور تماشائیوں کے ذہن میں شبہ پیدا ہو، چاہے سلاخ اسے جلا بھی دے، اسے سارا عمل شروع سے دہرانا پڑتا ہے۔

۱۷۸۳ء میں بنارس میں میری، یعنی علی ابراہیم خان کی، موجودگی میں ایک شخص پر مذکورہ ذیل موقع پر گرم سلاخ کے ذریعے آزمائش کی گئی۔ اس شخص نے یہ درخواست دی تھی کہ اس نے چوری نہیں کی اور مجرم نہیں ہے اور چوں کہ چوری قانونی شواہد سے ثابت نہیں ہوسکتی تھی، اس لیے درخواست گزار پر آگ سے آزمائش کا عمل تجویز کیا گیا، جسے اس نے قبول کر لیا۔ اس بہی خواہِ بنی نوعِ انسان نے منصفوں اور پنڈتوں سے اس تجویز کو سرکار کمپنی کے لیے ایک ناموافق روایت کا مسئلہ سمجھتے ہوئے روکنے کے لیے کہا اور گنگا کے پانی اور پیتل کے ایک چھوٹے برتن میں تلسی کی پتیوں کے ذریعے یا کتاب، 'ہری وانسا' [۴۶] کے ذریعے، سالگرام پتھر یا مقدس حوضوں یا تسلیوں، غرض قسموں کی ان تمام اقسام میں سے، جو بنارس میں مروج ہیں، کسی ایک پر عمل کرنے کی سفارش کی۔ لیکن جب ان سفارش کردہ قسموں میں سے کسی ایک پر بھی فریق اپنی ضد کے باعث آمادہ نہ ہوئے اور گرم سلاخ کے ذریعے آزمائش پر اصرار کیا تو منصفوں اور پنڈتوں نے انھیں اپنی مرضی پر بخوشی عمل کرنے کے لیے کہہ دیا اور آزمائش کی ان اقسام کا خیال ترک کر دیا جن سے زندگی اور جائیداد کے زیاں کا خدشہ بہت کم ہوتا ہے۔ جیسا کہ جھوٹے اقرار کی سزا یقینی اور فوری آسمانی فیصلہ ہے، دھرم شاستر سے ،مناسبت رکھنے والی آزمائش کے طریقے پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ لیکن گرم لوہے کے ذریعے یہ آزمائش ایک باقاعدہ فرمان کے جاری ہونے تک پورے چار ماہ تک نہ ہوسکی اور بالآخر یہ چار وجوہات کے سبب منظور کی گئی: پہلی یہ کہ چوں کہ ملزم کو بے قصور ٹھہرانے یا چھوڑنے کا کوئی اور طریقہ نہیں رہ گیا تھا، دوسری یہ کہ چوں کہ دونوں فریق ہندو تھے اور آزمائش کا یہ طریقہ قدیم قانون دانوں نے دھرم شاستر میں خاص طور پر شامل کیا ہے، تیسری یہ کہ یہ طریقۂ آزمائش ہندو راجاؤں کے زیر اقتدار علاقوں میں روبہ عمل ہے اور چوتھی یہ کہ اس بات کو جاننے کے لیے مفید ہوسکتا ہے کہ آگ کی گرمی سے بچنا اور اس ہاتھ کو، جس میں یہ رکھی ہوتی ہے، جلنے سے بچانا کیوں کر ممکن ہوسکتا ہے، اس وقت عدالت اور بنارس کے پنڈتوں کو یہ حکم نامہ ارسال کیا گیا: "چوں کہ دونوں فریق، ملزم اور مدعی، دونوں ہندو ہیں اور گرم سلاخ کے علاوہ کسی اور طریقۂ آزمائش کے لیے رضا مند نہیں ہیں،اس لیے طریقۂ

آزمائش کو ان کی مرضی اور 'منکشیرا' یا 'یگیا والکیا' کی شرح میں بیان کردہ طریقوں کے مطابق انجام دیا جائے۔"

جب آزمائش کے لیے تیاریاں مکمل ہوگئیں تو یہ بہی خواہِ بنی نوعِ انسان، تمام لائق علمائ، افسرانِ عدالت، کیپٹن ہوگن (HOGAN) کی بٹالین کے سپاہیوں اور بنارس کے متعدد باشندوں کے ساتھ اس جگہ گیا، جو اس مقصد کے لیے تیار کی گئی تھی۔ مدعی سے ملزم کو آگ کی آزمائش سے باز رکھنے کی کوشش کی اور کہا کہ "اگر اس کا ہاتھ نہ جلے تو بھی تم قید ہوجاؤ گے۔" مدعی نے اس دھمکی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے آزمائش پر اصرار کیا۔ چناں چہ میری، یعنی علی ابراہیم خان کی موجودگی میں ،یہ تقریب انجام دی گئی۔

عدالت اور شہر کے پنڈتوں نے خدائے دانش (۴۷) کی پوجا اور آگ میں مکھن کی نذر ڈالنے کے بعد، زمین پر گائے کے سینگ سے ۹ دائرے بنائے اور ملزم کو گنگا جل سے نہلا کر گیلے کپڑوں سمیت لایا گیا۔ تمام شبہات دور کرنے کے لیے اس کے ہاتھ شفاف پانی سے دھوئے گئے اور پھر کھجور کے چوڑے پتے پر معاملے کی نوعیت اور منتر لکھ کر اسے اس کے سر پر باندھ دیا گیا اور اس کے ہاتھوں میں ، جنھیں قریب قریب کر کے کھلا رکھا گیا تھا، پیپل، کیکر دردبھا گھاس کے سات سات پتے، چند پھول اور کچھ جو دہی میں ملا کر، روئی کے سات دھاگوں سے باندھ دیا گیا۔ اس کے بعد انھوں نے ایک سلاخ کو گرم سرخ کیا اور ایک چمٹے کی مدد سے پکڑ کر اس کے ہاتھوں میں رکھ دیا۔ وہ اسے لے کر، قدم بہ قدم ساڑھے تین گز کے فاصلے تک درمیانی سات دائروں سے ہوتا ہوا چلا اور نویں دائرے میں سلاخ پھینک دی، جس سے وہ گھاس جل گئی، جو وہاں رکھی گئی تھی۔ اس کے بعد اس نے اپنی سچائی کو ثابت کرنے کے لیے دونوں ہاتھوں میں کچھ دھان لے کر رگڑی، جسے بعد میں بغور دیکھا گیا۔ اس پر جلنے کا کوئی نشان موجود نہیں تھا۔ یہاں تک کہ کسی ایک پر بھی کوئی آبلہ پیدا نہیں ہوا۔ چوں کہ آگ کی صفت ہی جلانا ہے، عدالت کے افسران اور بنارس کے لوگوں نے، جن کی تعداد اس تقریب میں پانچ سو کے قریب تھی، اس واقعہ پر شدید حیران ہوئے اور یہ بہی خواہِ بنی نوعِ انسان بھی دنگ رہ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ہلکی گرفت اور شاید تازہ پتوں اور دوسری مذکورہ اشیا کے باعث، جو ہاتھوں پر رکھی گئی تھیں، ہاتھ نہ جل سکے اور ساتھ ہی سلاخ کو ہاتھ میں لے کر پھینکنے کا وقت بھی بہت مختصر

تھا۔ واضح طور پر دھرم شاستر میں بیان کیا گیا ہے اور اکابر پنڈتوں کی تحریروں میں موجود ہے کہ وہ شخص جو سچا ہوتا ہے، اس کے ہاتھ جل نہیں سکتے۔ اور اس ابراہیم علی خان نے بھی واقعتاً اپنی آنکھوں سے اسی طرح، جس طرح بہت سے دوسروں نے دیکھا کہ اس واقعے میں ملزم کے ہاتھ آگ سے محفوظ رہے۔ نتیجۃً اس کو بے قصور قرار دیا گیا۔ لیکن ایک ہفتے کے لیے قید رکھا گیا تاکہ لوگ شاید آئندہ سچائی کی آزمائش کے ان طریقوں سے گریز کریں۔ بہرحال اگر اس طرح کی آزمائش کو ایک یا دو مرتبہ قوانین فطرت سے آگاہ چند ذہین افراد دیکھیں تو وہ شاید اس اصل سبب کو جان سکیں کہ کیوں ایک شخص کا ہاتھ کسی ایک موقع پر جل جاتا ہے اور دوسرے موقع پر نہیں جلتا؟

گرم تیل کے ذریعے آزمائش، دھرم شاستر کے مطابق، اس طرح انجام دی جاتی ہے کہ آزمائش کے لیے جس جگہ کا انتخاب کیا جاتا ہے، اسے صاف کیا جاتا ہے اور اس جگہ گائے کا سینگ رگڑا جاتا ہے۔ اور دوسرے دن، طلوع آفتاب کے وقت، پنڈت گنیش کی پوجا کرتا ہے اور نذر چڑھاتا ہے۔ اور شاستر کے مطابق دوسرے دیوتاؤں کی پرستش کرتا ہے۔ پھر متعلقہ اشلوک پڑھتا ہے اور سونے، چاندی، لوہے، تانبے یا مٹی کا ایک گول برتن، جو ۱۶ انگل قطر اور چار انگل گہرا ہوتا ہے، لے کر اس میں ایک سیر یا اسّی سکوں کے برابر وزن کا صاف مکھن یا تل کا تیل ڈالا جاتا ہے۔ اس کے بعد سونے، چاندی یا لوہے کا ایک چھلّا، صاف کرکے اور پانی میں دھو کر تیل میں ڈال دیا جاتا ہے اور اسے گرم کیا جاتا ہے۔ جب وہ کافی گرم ہو جاتا ہے تو اس میں پیپل یا بلوا کا ایک تازہ پتا ڈالا جاتا ہے۔ جب پتا جلنے لگتا ہے تو تیل کے گرم ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ تب تیل پر ایک منتر پڑھ کر ملزم سے کہا جاتا ہے کہ وہ برتن کے اندر سے چھلّے کو نکالے اور اگر وہ جلے بغیر یا ہاتھ پر چھالے کے بغیر اسے باہر نکال لیتا ہے تو اس کی بے گناہی، ورنہ جرم ثابت ہو جاتا ہے۔

ایک برہمن رشی ایشور بھٹ نے کتان (کپڑے) کے ایک رنگ ساز رام دیال پر یہ الزام لگایا کہ اس نے اس کی کچھ چیزیں چوری کر لی ہیں۔ رام دیال نے اس بات کی تردید کی۔ کافی بحث و تکرار کے بعد بالآخر وہ گرم تیل کے ذریعے سچائی کی آزمائش پر راضی ہوئے۔ اس بہی خواہِ بنی نوعِ انسان نے عدالت کے پنڈتوں سے کہا کہ اگر ممکن ہو تو انھیں اس قسم کی آزمائش سے باز رکھیں۔ لیکن چوں کہ فریقین شاستر کے مطابق گرم تیل کی آزمائش پر مصر تھے، جب کہ اسی ضمن میں گرم لوہے کی آزمائش

بھی مروج تھی۔ رسم کی ادائیگی کے وقت یہ پنڈت معاونت کے لیے موجود تھے: بھیشم بھٹ، نانا پاٹھک، منی رام پاٹھک، منی رام بھٹ، شیوا انت رام بھٹ، کرپا رام، وشنو ہری، کرشن چندر، رامندر، گووند رام، ہری کشن، بھٹ کالیداس۔ آخری تین پنڈتوں کا تعلق عدالت سے تھا۔ جب شاستر کے مطابق گنیش کی پوجا ہوگئی اور نذر چڑھائی جاچکی تو اس بہی خواہِ بنی نوعِ انسان کو بلایا گیا، جو دیوانی اور فوج داری عدالتوں کے دو داروغاؤں، کوتوال شہر، عدالت کے دیگر افسروں اور بنارس کے بہت سے باشندوں کے ساتھ آزمائشی امتحان کے لیے مخصوص مقام پر لایا گیا اور رام دیال اور اس کے باپ کو اس آزمائش سے باز رکھنے کی کوشش کی اور انھیں متنبّہ کیا کہ اگر ملزم کا ہاتھ جل گیا تو اسے چوری کے سامان کی مالیت ادا کرنا لازم ہو جائے گا اور ہر جگہ اسے بد کردار کہا جائے گا۔ رام دیال باز نہ آیا۔ اس نے برتن میں ہاتھ ڈال دیا، جو جل گیا۔ چناں چہ پنڈتوں کی رائے لی گئی تو، ہاتھ کے جل جانے کی وجہ سے، وہ جرم کی تصدیق پر متفق تھے اور اسے رشی ایشور بھٹ کو چوری کے سامان کی مالیت ادا کرنے کا پابند کر دیا گیا۔ لیکن اگر رقم پانچ سو اشرفیوں سے زیادہ ہو جائے تو شاستر کے ایک واضح قانون کی رو سے اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جاتا اور ایک جرمانہ بھی اس کے ان حالات کے مطابق اس پر عائد ہو جاتا۔

چناں چہ چیف مجسٹریٹ نے رام دیال سے رشی ایشور بھٹ کو سامان کی چوری کے عوض سات سو روپے دلائے، لیکن ان معاملات میں چوں کہ بنارس کے نظامِ قانون میں ایسے جرمانے رائج نہیں، اس لیے جرمانہ معاف کر دیا گیا اور ملزم کو چھوڑ دیا گیا۔ اس مقدمے کا ریکارڈ ۱۷۸۳ء میں اور اپریل ۱۷۸۴ء میں کلکتہ کے گورنر جنرل عماد الدولہ جلاوت جنگ بہادر [۴۸] کی خدمت میں بھیجا گیا، جنھوں نے سچائی کی آزمائش کے امور کر دیکھ کر کئی سوالات یہاں کے مقدمات اور سنسکرت الفاظ کے بارے میں کیے، جن کے جوابات بصد احترام دیے گئے۔ انھوں نے پہلے جاننا چاہا کہ ”ہوما“ کے اصل معنی کیا ہیں؟ انھیں بتایا گیا کہ اس کے معنی دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے دی جانے والی یا اسی طرح کی چیزوں کے ہیں۔ اسی طرح ”اگنی ہوما“ میں وہ آگ میں مختلف اقسام کی لکڑیوں اور گھاس جیسے پلاس، کھدر، رکتا، چندن، یا سرخ صندل، پیپل، سمی کی لکڑیاں اور کوش گھاس، چند اقسام کے اناج، پھل اور کچھ مصالحے، جیسے سیاہ تل، جو، چاول، گنہ، مکھن، بادام، کھجور، گوگل یا بیلیوم ڈالتے ہیں۔ ان کے دوسرے سوال کا کہ ”ہوما“ کی کتنی اقسام ہیں؟ یہ جواب دیا گیا کہ مختلف مواقع پر مختلف اقسام

اختیار کی جاتی ہیں۔ لیکن گرم لوہے اور گرم تیل کے ذریعے آزمائش میں اسی قسم کی پوجا کی جاتی ہے۔ جب انھوں نے لفظ منتر کے معنی جاننے چاہے تو انھیں بصد احترام بتایا گیا کہ پنڈتوں کی زبان پر اس طرح کے تین الفاظ: منتر، ینتر اور تنتر ہوتے ہیں۔ پہلے لفظ کا مطلب کسی ایک وید کی ایک عبارت ہے، جس میں مخصوص دیوتائوں کے نام شامل ہوتے ہیں۔ دوسرے کا مطلب اعداد کی ایک ترتیب ہے، جسے وہ اس عقیدے کے تحت لکھتے ہیں کہ ان سے ان کی خواہشات پوری ہوں گی۔ اور تیسرے کا مطلب ایک طبی احتیاطی اقدام ہے، جس کے استعمال سے تمام امراض دور ہو سکتے ہیں۔ اس کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ انھیں ہاتھوں پر ملنے کے بعد گرم سرخ لوہے کو جلے بغیر چھوا جا سکتا ہے۔ پھر انھوں نے دریافت کیا کہ کتنی جودہی میں ملا کر ملزم کے ہاتھوں پر رکھی جاتی ہے؟ اس کا جواب 'نو دانے' دیا گیا۔

ان کے دیگر سوالوں کے یہ جواب دیے گئے: "کہ پیپل کے پتے ملزم کے ہاتھوں پر پھیلا کر رکھے جاتے ہیں، ایک دوسرے پر نہیں۔ وہ شخص کہ جو آگ کی آزمائش کا ذریعہ اختیار کرتا ہے، زیادہ احتجاج نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی تمام تر سمجھ بوجھ میں رہتا ہے۔ وہ شخص کہ جو گرم تیل سے آزمایا جاتا ہے، اوّلاً خائف رہتا ہے، لیکن جلنے کے بعد بھی چوری سے انکار پر قائم رہتا ہے۔ چاہے وہ پہلے تحریری معاہدہ ہی کیوں نہ کرچکا ہو کہ اگر ا اس کا ہاتھ جل جائے تو وہ سامان کی مالیت ادا کرے گا، اس بنیاد پر مجسٹریٹ اسے رقم ادا کرنے پر مجبور کرنے میں حق بجانب ہوتا ہے۔ جب مذکورہ بالا اشیا 'ہوما' کے لیے آگ میں ڈالی جاتی ہیں تو پنڈت آگ کے الائو کے اطراف بیٹھ کر شاستر میں بیان کیے گئے اشلوک پڑھتے ہیں۔ الائو کی شکل 'وید' اور 'دھرم شاستر' میں بیان کی گئی ہے اور یہ کہ اس الائو کو 'ویدی' بھی کہتے ہیں۔ معمولی پرستش کے لیے وہ الائو کو زمین سے قدرے اونچا بناتے ہیں اور اس میں آگ جلاتے ہیں۔ غیر معمولی پرستش کے لیے وہ ایک گڑھا تیار کرتے ہیں جس میں وہ 'ہوما' کا اہتمام کرتے ہیں اور اس مقدس الائو کو وہ 'کنڈا' کہتے ہیں۔" پھر گورنر نے پوچھا کہ آگ، گرم سلاخ اور گرم تیل کی آزمائشوں میں جب کوئی بنیادی فرق نہیں ہوتا تو انھیں آگ کی آزمائش کیوں نہیں کہا جاتا؟ یہ عاجزانہ جواب دیا گیا کہ چند پنڈتوں کے کہنے کے مطابق کہ یہ تینوں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ جب کہ دوسرے کہتے ہیں کہ آگ کے ذریعے آزمائش گرم تیل کے برتن کی آزمائش سے مختلف ہوتی ہے،

جب کہ گرم سلاخ اور نیزے کی گرم انی مساوی ہوتی ہیں۔ لیکن اس خاکسار خادم کے خیال میں یہ سب 'آگ کی آزمائشیں' ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ تخلص فارسی میں حال اور اردو میں خلیل تھا۔ غلام حسین شورش "تذکرۂ شورش" (لکھنؤ ۱۹۸۴ء ص ۲۲۱)

۲۔ ابوالحسن امیر الدین احمد "تذکرہ مسرت افزا"، مرتبہ قاضی عبدالودو (پٹنہ، سن ندارد) ص ۴۷

۳۔ سید غلام حسین خاں طباطبائی "سیر المتاخرین" انگریزی ترجمہ، عکس اشاعت، (لاہور، ۱۹۷۵ء) جلد ۲، ص ۳۸۸ و جا بجا

۴۔ ایضاً، و نیز ص ۴۴۸۔۴۴۹، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۹۹، ۵۳۸۔۵۳۹، ۵۴۱

۵۔ ایضاً، جلد ۱، ص ۳۵۷

۶۔ ایضاً، جلد ۳، ص ۱۱

۷۔ ایضاً، ص ۲۶

۸۔ ایک موقع پر محمد رضا خان نے انھیں اس مقصد کے لیے کلکتہ بھیجا، کہ وہ وارن ہیسٹنگز کو اس سے ملاقات کے لیے آمادہ کریں، لیکن ہیسٹنگز نے یہ کہہ کر شائستگی سے انکار کر دیا کہ نواب کے نمائندے علی ابراہیم جیسے لائق فرد سے ملنا نواب سے ملنے کے مساوی ہے۔ وارن ہیسٹنگز بنام محمد رضا خان ۱۷/اپریل ۱۷۷۲ء Calender of Persian Correspondence مرتبہ: کے۔پی۔ بھارگو نیشنل آرکائیوز آف انڈیا (دہلی) جلد چہارم، ص ۲

۹۔ طباطبائی، جلد ۳، ص ۱۰۳

۱۰۔ علی رضا نقوی، "تذکرہ نویسی فارسی در ہند و پاکستان" (تہران، ۱۹۶۴ء) ص ۴۵۸: خطبات کے لیے "Warren Hastings Papers"، مخزونہ: برٹش میوزیم لندن، Add. Mo.29096، اوراق ۲۱۵۔۲۱۶ و نیز: "القاب نامہ" ص، ۶۹، ۷۱، ۱۰۸، ۱۰۹، ۲۳۸، ۳۳، بحوالہ Index to Title (1798-1885) نیشنل آرکائیوز آف انڈیا، (دہلی، ۱۹۷۹ء) ص ۴۰

۱۱۔ طباطبائی، جلد ۳، ص ۱۰۳، ۱۰۴

۱۲۔ "Benaras Gazetteer"(کلکتہ، ۱۹۰۹ء) ص ۲۰۴

۱۳۔ "Calender of Persian Correspondence"، مرتبہ: کے۔ بی۔ بھارگو، جلد ۱۱، نیشنل آرکائیوز آف انڈیا، (دہلی) ص ۵، ۷

۱۴۔ ایضاً، ص ۲، ۸

۱۵۔ اس سے قطع نظر کہ ان کے بنارس کا گورنر نامزد ہونے کے حق میں آراء متفق نہیں، مثلاً قاضی عبدالودو "مقالات قاضی عبدالودو" جلد اول، (پٹنہ، ۱۹۷۷ء) ص ۵۸، لیکن ان کے گورنر بنائے جانے کا ذکر نہ صرف عام ہے بلکہ اس کی شہادت بھی موجود ہے۔ برٹش میوزیم لندن میں علی ابراہیم خاں کا ایک تحریری بیان محفوظ ہے، جس میں انھوں نے خود کے گورنر بننے اور نظم و نسق کے قیام، بدعنوانیوں کے خاتمے اور غیر جانبدارانہ اور منصفانہ انتظام کا ذکر کیا ہے۔ یہ تحریر دیگر اسناد و دستاویزات کے ساتھ منسلک ہے اور ان پر ثبت مہروں میں سے ایک مہر پر آخری سنہ ۱۱۹۸ھ/۱۷۸۴ء درج ہے۔ چارلس ریو "Supplement to the Catalogue of the Persian Manuscripts in the British Museum."، (لندن، ۱۸۹۵ء ص ۴۰۵

۱۶۔ سعادت علی خاں "وقائع انتقال نواب علی ابراہیم خاں"، نسخۂ خطی، مخزونہ خدا بخش لائبریری (پٹنہ) بحوالہ: عابد رضا بیدار "محف ابراہیم" تخلیص و ترتیب، مشمولہ: "خدا بخش لائبریری جرنل" شمارہ ۶، ص ۴، ۸ خلیل ۲۶ جمادی الاول ۱۲۰۸ھ/ یکم دسمبر ۱۷۹۳ء کو بنارس میں فوت ہوئے اور شیخ علی حزیں کے مرقد کے پہلو میں، جسے خود منتخب کیا تھا، دفن ہوئے۔ علی رضا نقوی، ص ۹۵۴

۱۷۔ ان کے انتقال کے بعد، ان کی کل موروثی جائیداد پر تنہا ان کے بھائی علی قاسم خاں قابض ہوگئے تھے اور اصل ورثا کو اس سے محروم کر دیا۔ نواب زادہ وارث اسماعیل "علی ابراہیم خان کے سلسلہ میں استدراک" مشمولہ: "خدا بخش لائبریری جرنل" شمارہ ۲۵، ص ۱۱۳

۱۸۔ "Descriptive List of Persian Correspondence- 1801" مرتبہ: ایس۔ این۔ پرشاد، جلد ا، نیشنل آرکائیوز آف انڈیا، (دہلی، ۱۹۷۵ء) محمد علی خان کے علاوہ دیگر فرزندوں میں نصیر الدین علی خان، عسکر علی خاں، ہاشم علی خاں، ہادی علی خاں، مہدی علی خاں، مبارک علی خاں کے نام بھی ملتے ہیں۔ "Calender of Persian Correspondence- 1795-5"، جلد ۱۱، ص ۲، ص ۵، ۶

۱۹۔ امتیاز علی خاں عرشی، دیباچہ "دستور الفصاحت" مصنف سید احمد علی خاں یکتا (رامپور، ۱۹۴۳ء) ص ۴۷

۲۰۔ کہیں اس کا نام "احوالِ جنگ مرہٹہ" بھی ملتا ہے۔اس کا ایک نسخہ کتاب خانہ لینڈیسیانا میں محفوظ ہے، بحوالہ "Handlist of Oriental Manuscripts: Arabian, Persian, Turkish" (ابردین، ۱۸۹۸ء)، ص ۱۲۱ مثبر ۴۵۲، لارڈ کارنوانس کی فرمائش پر اس کا ایک خلاصہ "وقائع جنگ احمد شاہ ابدالی باوسواس رائو پسر بالا جی رائو باجی رائووسوا شیو رائو عرف بھائو کے در سنہ یک ہزار دیک صد و ہنفتاد و چہار ہجری در ہندوستان شدہ در ہفت جزو تمام است" منشی محمد محسن الدین نے تحریر کیا تھا۔قدرے تخفیف کے ساتھ یہ "The History of India, as Told by its Own Historians"، جلد ۸ (عکس اشاعت، لاہور، ۱۹۶۷ء) ص ۲۵۷۔۲۹۷ میں شامل ہے۔اس کا اردو ترجمہ "تاریخ مرہٹہ و شاہ ابدالی" مہدی طبا طبائی کے ۱۲۰۹ھ / ۱۷۹۴ء میں کیا تھا اور یہ مطبع احمدی لکھنؤ سے اسی سال شائع ہوا تھا۔ اردو ترجمے کے بارے میں مزید تفصیلات راقم نے ایک علاحدہ مقالے "اردو کی اولین مطبوعہ کتاب" مطبوعہ "کتاب نما" (دہلی) مارچ ، ۱۹۹۰ء میں پیش کی ہیں۔

۲۱۔ عابد رضا بیدار، ص ۵

۲۲۔ قاضی عبدالودود کے مطابق اس کی دو جلدیں خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہیں، ص ۵۸

۲۳۔ مخزونہ: برٹش میوزیم لندن، بحوالہ: ریو، ص ۴۰۵، و نیز سر جان مرے (Sir Jhon Murray) (کلکتہ) کے نام خطوط کے ایک مجموعے میں، جو ۱۷۸۸ء اور ۱۸۹۲ء کے درمیان لکھے گئے، علی ابراہیم خاں کے خطوط بھی شامل ہیں، چارلس ریو "Catalogue of

"Persian Manuscripts in the British Museum"، جلد ۱، (لندن، ۱۸۷۹ء) ص ۴۱۰

۲۴۔ مشمولہ"Persian Documents" :، حصہ اول، مرتبہ، پی۔ سرن (بمبئی، ۱۹۶۶ء)، ص ۳۲۱۔۳۳۴

۲۵۔ سوسائٹی کے اغراض و مقاصد، قیام، سرگرمیوں اور سر ولیم جونز کی علمی و تحقیقی مساعی کے لیے: ایس۔ این۔ مکرجی "Sir William Jones, A Study in Eighteenth Century : "British Attitudes to India"،)کیمبرج، ۱۹۶۸ء) گارلین؛ کینن "Oriental Jones" (لندن، ۱۹۴۶ء) و نیز معین الدین عقیل "ہندیات کا مطالعہ اور اس کا پس منظر، سر ولیم جونز اور ان کے معاصرین کی کاوشوں کا ایک تنقیدی جائزہ"، مشمولہ "Journal of the : research Society of Pakistan"(لاہور، جولائی، ۱۹۷۹ء) ص ۵۱۔۸۲

۲۶۔ ولیم جونز بنام وارن ہیسٹنگز، ۷/ جنوری ۱۷۸۵ء، مخزونہ: برٹش میوزیم، ۲۹، ۱۶۷، ص ۳۳۰

۲۷۔ کینن، ص ۱۲۶۔۱۲۷

۲۸۔ ایضاً، ص ۱۲۷

۲۹۔ اس تصنیف پر مفصل مضمون منشی سر ضیا الدین نے تحریر کیا ہے: "ہندوستانی" (الہ آباد)، جنوری ۱۹۳۵ء، ص ۱۔۲۲

۳۰۔ ریو، جلد اول، ص ۶۲، علی ابراہیم خاں نے کتاب پر یہ عبارت لکھ کر پیش کی تھی: "ایں کتاب مستطاب موسوم بہ 'تحفۃ الہند' ایں عبد ذلیل اعفی عنہ علی ابراہیم خلیل بخدمت افضل الفضلا و اشرف الاذکیا سر ولیم یونس صاحب سلمہ اللہ واہبہ نمودنی ۱۱۹۹ھ ہزار دیک صد و نود و نو ہجری و سنہ ۱۷۸۴ء یک ہزار و ہفتصد و ہشتاد و چہار عیسوی"، ۲۹۔ مکرجی، ص ۹۰، ۳ سرو داد مشمولہ "Proceedings of the Asiatic Society." :جلد اول (کلکتہ، ۱۹۸۰ء)، ص ۳۲

۳۱۔ اس ضمن میں بنیادی تفصیلات کے لیے: معین الدین عقیل، ص ۵۷۔۵۸

۳۲۔ "On the Trial by Ordeal among Hindus, by Ali Ibrahim Khan, Chief Magistrate at Banaras. Communicated by Warren Hastings, Esq."یہاں علی ابراہیم کے ساتھ چیف مجسٹریٹ لکھا ہونا محل نظر ہے۔ ممکن ہے یہ مضمون ان کی ملازمت کے ابتدائی دور میں لکھا اور ترجمہ کیا گیا ہو۔

۳۳۔ باب ۲۳، صفحات ۳۲۳۔۳۳۲

۳۴۔ Mitacsheraاسے برہم ستر ورتی، بھی کہتے ہیں، جسے 'انم بھانا' نے تحریر کیا تھا۔ بحوالہ: سریندر ناتھ داس گپتا، "History of Indian Philosophy"جلد دوم (کیمبرج، ۱۹۵۲ء) ص ۸۲ح، جدید بھارت کی قانون سازی میں اس کا اہم حصہ ہے۔ اے۔ ایل۔ باشم، "The Wonder That was India"(لندن، ۱۹۵۴ء) ص ۱۱۳

۳۵۔ ہندو مذہب کی اخلاقی اخلاقی تعلیمات پر مشتمل مجموعہ، جسے منو اور مختلف رشیوں نے تحریر کیا تھا۔ داس گپتا، جلد سوم، ۲۱

۳۶۔ "Divya"

۳۷۔ "Pariccha"

۳۸۔ "Parikhya"

۳۹۔ معنی پانی کا برتن

۴۰۔ "Vishanaga"

۴۱۔ "Dharamarcha"

۴۲۔ لیکن او مالے (L.S.S.O. Malley) نے انھیں غیر تحریری اور محض زبانی بتایا ہے "Indian Caste Customs"(لندن، ۱۹۷۴ء) ص ۷۴، اور اس قسم کی آزمائشیں، اس کی تحقیقات کے مطابق، صرف پسماندہ علاقوں اور غیر مہذب آبادیوں میں مروج ہیں۔ سچائی کی آزمائش کے ایک، مہذب طریقے کی اس نے مثال دی ہے کہ ملزم کو ایک مندر میں کوئی اقرار کرنے کے لیے کہا جاتا ہے اور جسے کھجور کے پتے پر تحریر کر لیا جاتا ہے۔ جو بالعموم اس طرح کا ہوتا ہے کہ اگر وہ مجرم ہے تو یا تو وہ ایک مقررہ مدت میں اندھا ہوجائے یا اس

کے بچے مر جائیں۔اس کی بتائی ہوئی مدت تک وہ پتا مندر میں رکھا جاتا ہے۔مدت گزرنے کے بعد وہ، اس کا خاندان مصائب سے محفوظ رہتا ہے تو اسے عزت حاصل ہو جاتی ہے۔ ایضاً، ص ۴۶، ان آزمائشوں کی مزید مختلف اقسام ابے جے۔اے۔دبوئی Abe J. A. Duboisکی تصنیف "Hindu Manners, Customs and Ceremonies" (دہلی، ۱۹۷۲ء) صفحات ۷۱۷۔۷۲۲ میں ملتی ہیں۔

۴۳۔ Catyayanaغالباً یہ وہی شخص ہے جو معروف قواعد نویس پانینی کی تصنیف "اشٹ ادھیائے" کا شارح بھی تھا اور جس کا دور پانینی سے سو سال بعد، تیسری صدی قبل مسیح کا ہے۔کرشن چتینیا "A New History of Sanskrit Literature" (لندن، ۱۹۹۲ء) ص ۲۷، ۱۳۴۔۱۳۵

۴۴۔ چاندی یا تانبے کا سکہ۔ہاشم، ص ۱۰۲

۴۵۔ "Yagyawelcya"غالباً یہاں کوئی سہو ہوا ہے، یہ نام "Yaja Nawalkya" ہو سکتا ہے، جو 'دھرم شاستر' کی سب سے اہم شاستر سمجھی جاتی ہے، اور جو وکرما دت چہارم کے دور (۱۰۷۵۔۱۱۲۷) میں لکھی گئی تھی۔ایضاً، ص ۱۱۳

۴۶۔ یہاں "Herivansa" تحریر کیا ہے، جو غالباً، ہری وامسا (Harivamsa) ہے، جو ہندوئوں کی مقدس کتاب، مہا بھارت، کا ایک آخری حصہ ہے۔البیرونی، "کتاب الہند" انگریزی ترجمہ "Al Biruni's India"از ای۔سی۔سیخاؤ (E.C. Sachau) لندن، ۱۹۱۰ء) جلد اول، ص ۱۳۴

۴۷۔ مصنف نے یہاں "God of Knowledge" لکھا ہے، اس سے ان کی مراد "گنیش" ہوگی۔

۴۸۔ وارن ہیسٹنگز۔ جسے یہ خطابات شاہ عالم نے دیے تھے۔ مائیکل ایڈوارڈز (Michael Edwardes) "King of the World."،ص ۱۶۲، کنور پریم کشور فراقی نے ان میں "وزیر الممالک" اور "امیر الممالک" کا اضافہ کیا ہے۔"وقائع عالم شاہی"، مرتبہ، امتیاز علی خان عرشی (رامپور، ۱۹۴۹ء)، ص ۲۱